© rasailojaraid.com

حاملان قرآن

شیخ محمد افضل عمادی

از جناب مولوی محمد عثمان صاحب عمادی بی ایس سی علیگ

ما شرح معجز دم عیسی نوشتہ ایم	تفسیرے از خدای تعالی نوشتہ ایم

در راہ نور بے سر و پا بود مہر و ماہ	انوار حسن یار سراپا نوشتہ ایم

یہود سے خطاب اور اسباب عتاب

یہود نے حضرت موسی علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ من وسلوی کھاتے کھاتے جی بھر گیا خدا سے دعا کیجئے کہ تبدیل ذائقہ کے لئے کچھ زمین کی پیداوار عنایت ہو۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا۔

وہ وقت یاد کرو جب تم نے کہا تھا کہ اے موسی ہم تو ایک ہی کھانے پر کبھی قناعت نہ کریں گے۔ اس لئے ہمارے حق میں اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے مثلاً ساگ ترکاری، ککڑی، لہسن (یا گیہوں یا چنے) مسور اپیاز

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا

کہا کیا تم لوگ اچھی چیز کو ادنی چیز سے بدلتے ہو؟ کسی شہر میں اتر پڑو کہ جو تم نے چاہا ہے وہاں سب ملجائیگا ذلت اور مسکنت نے ان کو گھیر لیا اور وہ اللہ کے غضب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (۲:۶۱)

کے ساتھ لوٹے' یہ اس لئے ہوا کہ وہ لوگ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور انبیا کو ناحق مار ڈالتے تھے' اس کفر بآیات اللہ و قتل نبیین کے مرتکب وہ اس بنا پر ہوئے تھے کہ انہوں نے نافرمانی کی' عاصی ہوئے' معصیت میں پڑے اور وہ حد سے بڑھ جایا کرتے تھے"

سوال یہ تھا کہ یہودی اتنے بڑے عذاب کے مستحق کیوں ٹھیرے۔

(۱) ایک ہی لون طعام کا لزوم و دوام اگر ذائقہ کو خوش نہ آئے اور تبدیل مزہ کی درخواست کی جائے' زمین کی پیداوار کو جی چاہے' جس کے اہل زمین خوگر ہیں' تو اس میں معصیت کی کیا بات ہے؟

۲۔ یہود نے کسی غیر سے رجوع نہیں کیا تھا' اپنے پیغمبر سے درخواست کی تھی' اس حیثیت سے کہ پیغمبر کوئی فاعل مختار ہیں' بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ "فرستادۂ خاص پروردگار" ہیں' پروردگار سے دعا کریں کہ ہماری مراد بر آئے' پیغمبر سے دعا کرانے اور خدا سے ایک مدعائے جائز کے طلبگار ہونے میں کیا کفر ہے۔؟

۳۔ درخواست گذاروں نے پیغمبر کو درخواست دی تھی' جواب بھی انہیں کی زبان سے ملنا چاہیئے تھا' اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں برتر ہے کہ بندے تو نبی سے خطاب کریں اور جواب اللہ دے۔

۴۔ ادنیٰ کے معنی اقرب ہیں' من الدنو' قربت میں کیا اشارہ ہے؟

۵۔ اس وقت تک یہود سے کفر بآیات اللہ و قتل نبیین بغیر الحق ثابت نہیں' جو ناکردنی افعال بعد کو ہوئے قبل ہی سے اس کا مواخذہ یعنی چہ؟ مواخذہ وقوع فعل کے بعد ہے' ہنوز فعل واقع نہیں ہوا کہ مواخذہ ہونے لگا' اس کے کیا معنی؟

فرمایا: حسن بن حسن البصری سے روایت ہے :۔

اِنهم كانوا اهل كراث وابصال و — یہ لوگ گندنا اور پیاز اور مسور کھانے والے لوگ تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعداس فنزعوا الی عکرهم عکر السوء واشتاقت طباعهم الی ما جرت علیه عادتهم فقالوا لن نصبر علی طعام واحد ای نوع منه۔

اسی خوی بد کی جانب مائل ہوئے، طبیعت میں اسی عادت جاریہ کا شوق بڑھا، اسی بنا پر کہنے لگے "ہم تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے" یعنے ایک طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے۔

یہ ایک طرح کا کھانا کیا تھا جس پر وہ صبر نہ کر سکے، اس کی حقیقت بھی سن لیجیے:۔

والمراد بالطعام الواحد هو المن والسلوی وهما وان کانا طعامین لکن لما کانوا یاکلون احدهما بالاخر جعلوهما طعاما واحداً لتکررهما فی کل یوم وعدم وجود غیرهما معهما ولا تبدله بهما۔

طعام واحد سے مراد من وسلوی ہے، یہ دونوں اگرچہ دو مختلف طعام تھے لیکن بنی اسرائیل ان دونوں کو روزمرہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا کے کھایا کرتے تھے، اس لیے ایک ہی کھانا قرار دیا، بار بار یہی دونوں چیزیں ہر روز کھانے کو ملیں، ان کے ساتھ کوئی اور کھانا موجود نہ ہوتا اور نہ اس میں کبھی تبدیلی ہوتی۔

دوسری تفسیر یہ ہے:۔

انما طلبوا هذه الانواع لانهم ملوا من البقاء فی التیه فسالوا هذه الاطعمة التی لا توجد الا فی البلاد وکان غرضهم الوصول الی البلاد لا لتلک الاطعمة

بنی اسرائیل نے یہ چیزیں اس لئے طلب کیں کہ "تیہ" میں رہتے رہتے گھبرا گئے تھے، اس بنا پر ایسے مطعومات کی خواہش کی جو بجز شہروں کے اور کہیں نہیں ملتے غرض یہ تھی کہ کسی طرح شہری آبادی تک پہنچ سکیں، یہ کھانے مقصود بالذات نہ تھے۔

جواب میں اگرچہ بہتر کو چھوڑ کر فروتر کی خواہش پر ملامت کی گئی تاہم "تیہ" سے نکل کے کسی شہر میں اتر پڑنے کی اجازت مل گئی اور یہی درخواست گذاروں کا مدعا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تیہ" میں بنی اسرائیل کے ابتلا و افتتان کا سبب یہ تھا (واللہ اعلم بحقیقتہ)! کہ مصر میں غلامی کی زندگی بسر کرتے پشتیں گذر چکی تھیں، محکومیت کے تمام جراثیم چھا گئے تھے، اللہ چاہتا تھا کہ اس قوم کو غالب بنائے اور ایک دنیا کا حاکم و فاتح فرمائے جس کے لئے جفاکشی وخشونت عیش و شظف معیشت و مواظبت محنت لازم تھی، اس جنگی تربیت کے لئے تیہ جیسا ریگستان منتخب ہوا جو وسائل تنعم و ذرائع آرام پسندی سے یکلخت عاری تھا۔ یہ تربیت اگرچہ سخت تھی مگر کوئی محکوم قوم بدون سخت ترین جنگی تربیت کے حکومت پر فائز نہیں ہو سکتی، بنی اسرائیل کا اس سے گھبرانا اور اس تربیت کی سختیوں پر صبر کرنے سے بشدت انکار کرنا یہی معصیت تھا۔

۲۔ تنبیہ اس بات پر نہیں ہوئی تھی کہ پیغمبر کا کیوں ذریعہ اختیار کیا۔ بلکہ تنبیہ کا سبب یہ تھا کہ اس دشت مخوف میں خدا اُن کو ایسی تربیت دینا چاہتا تھا جو فیروزی اور فیروزمندی کی دلیل راہ ہو، اس فضل و رحمت سے جب بنی اسرائیل نے انکار کیا تو عتاب کے مستحق ہوئے۔

۳۔ مفسرین نے قاطبۃً یہی تفسیر کی ہے:۔

قال یعنی موسیٰ علیہ السلام لھم	یعنے کہنے والے اور بنی اسرائیل کو جواب دینے والے
وقیل القائل ھو اللہ والاول اولی	موسیٰ علیہ السلام تھے، ایک ضعیف تاویل یہ بھی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا مگر پہلی ہی تفسیر زیادہ درست ہے،

لیکن اگر خطاب بالنبی کا جواب من اللہ بھی ہو تو اس سے خدا کی شان میں کوئی شین لازم نہیں آتا۔

۴۔ قربت میں یہ اشارہ ہے کہ قریب تر زمانہ میں یہی چیزیں اُن کو ملا کرتی تھیں اور ان سے طبیعت مالوف تھی، مفسرین لکھتے ہیں:۔

والمراد أتضعون ھذہ الاشیاء التی ھی دون موضع المن والسلوی الذی	مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ان چیزوں کو اختیار کرتے ہو جو من وسلوٰی کے درجہ سے گری ہوئی ہیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ھما خیر منھا۔ من وسلویٰ ان سب سے بہتر ہے۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ "ادنیٰ" کے معنی اسفل وارذل کے بھی آتے ہیں۔

فان الادنیٰ اصلہ من دون ای الردئ لفظ ادنیٰ "دون" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ردی کے ہیں

۵۔ بے شبہ اس وقت تک یہود نہ کفر کے مرتکب ہوئے تھے نہ اپنے پیغمبروں کی ناحق خون ریزی کی تھی، اس میں بھی شک نہیں کہ کسی فعل پر مواخذہ وقوع فعل کے بعد ہونا چاہیے' یہ بھی مسلّم ہے کہ یہ سوال ایسا نہ تھا کہ ضرب ذلت ومسکنت وتبوّء بغضب اللہ کا مستحق بناتا، لیکن یہاں سرے سے یہ بات ہی نہیں، سوء فہم سے یہ شبہات ناشی ہوئے' قلت تدبر نے ان پر زنگ چڑھایا اور فقدان تفقہ نے محل اعتراض بنایا، کہنے کی بات یہ نہیں کہ لوگوں نے آیت کی تاویل کیا کی ہے، کہنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کیا کہتا ہے ایک زمانہ میں نظیری نے کہا تھا۔

ہر قدرہ را بقدر طلب نور دادہ اند در کار خویش شب پرہ را آفتاب گیر

اب آپ اس کو یوں پڑھئے۔

بگزار برق طور وشرار شہاب را دریاب نور وشب پرہ گیر آفتاب را

آیت:- وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ" اس میں اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کہنا تھا سب کہ دیا، صیغہ خطاب سے ابتدا کی ہے اور خطاب ہی پر انتہا ہوئی ہے کہ اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو جب تم نے موسیٰ سے یہ کہا تھا اور موسیٰ نے اس کا یہ جواب دیا تھا۔

یہاں تک یہ مضمون پورا ہو گیا، اب اس کے بعد دوسرے جملہ سے دوسرا مضمون شروع ہوتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ بنی اسرائیل کی فلاں وفلاں بدکرداریوں نے اُن کو ذلت ومسکنت وغضب الٰہی کا مستحق بنایا، پھر ان بدکرداریوں کی علتیں بیان کی ہیں، پھر انھیں علل واسباب کے منشاء ورود کی توضیح کردی ہے کہ آنے والی قومیں محفوظ رہ سکیں اور کوئی محل اشتباہ نہ رہ جائے۔

یہ پورا بیان صیغۂ غائب سے آغاز ہوتا ہے اور غائب ہی پر اس کا انجام ہے تمام تفسیریں شاہد ہیں کہ وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ ای ضرب علی غیرو علیھم و الزموھم الھوان والفقر والفاقۃ مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کی جو نسل بعد کو آنے والی تھی اور کفر بآیات اللہ وقتل نبیین بغیر الحق کا ارتکاب کرنے والی تھی اُن پر ذلت ومسکنت محیط ہوگئی۔

"ذلک" سے یہود کے ذلیل ومغضوب ہونے کے سبب اول کی طرف پہلے اور سبب ثانی کی طرف بعد میں اشارہ کیا ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں:۔

ومجموع ما بعد الاشارۃ الاولی والاشارۃ الثانیہ ھو السبب لضرب الذلۃ وما بعدہ۔

"ذٰلک" کے ذریعے آیت میں دو بار اشارے کئے ہیں انہیں اشارات کا مجموعہ یہودیوں کے ذلیل ہونے اور بعد کو مغضوب ہوکر رہنے کا باعث ہوا۔

یہ اطناب واسہاب ممکن ہے مُمل ہو لیکن تقصیر وتقلیل شاید حقائق حق میں مُخل ہوتی ولی فیھا مآرب اُخری۔

چنانچہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

آیت میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ صبر علی المکارہ سے جس کو انکار ہے اللہ کی رحمت اُس سے بیزار ہے اللہ کی مرحمت اُسی کے لئے ہے جو شتہیات ومستلذات نفس کے فقدان پر از خود رفتہ نہ ہو جائے جس کا خمیر ہی ہو اُسی میں لگا۔ ہے کہ لزوم صلاح واستمرار خیر مثمر فتوح ومزکی روح ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

بہر کاری کہ ہمت بستہ گردد ‏ ‏ اگر خارے بود گلدستہ گردد

© rasailojaraid.com

صلاۃ علی آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آل رسول پر بھی درود بھیجنا لازم ہے اور اس میں لفظ "علی" سے تفریق نہ کرنی چاہئے۔

فرمایا، ہم اسی کے خوگر ہیں کہ رسول کے ساتھ آل رسول پر بھی درود بھیجیں۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

لیکن لزوم و تفریق کی کوئی روایت صحیح ثابت نہیں "اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ حقیقت میں اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں اے وہ لوگو کہ ایمان لاچکے ہو پیغمبر پر درود وسلام بھیجو۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (۳۳:۷)

یہاں فقط صلاۃ علی النبیؐ پر اقتصار ہے اور اس کے ساتھ کسی اور کی شرکت نہیں۔

لباس فاخر

لزوم و تفریق کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ معانی کہاں سے بیان کیے؟

عرض کی:۔ جناب قبلہ وکعبہ ...... تشریف لائے ہیں اور بڑی شان وشوکت سے دریبہ میں مقیم ہیں۔ لباس فاخر در بر عمامۂ طیب الشمامہ بر سر کل کے موعظہ میں بھی تصریح کی تھی اور اس کے اطراف بحث پر جناب قبلہ وکعبہ نے شرح وبسط سے نظر ڈالی تھی، فرمایا۔

بیاد طوف حریم برہنہ پا یاں کن　　　　که با تو کعبه سخن در لباس می گوید

عرب قدیم میں ایک شخص فاخر تھا جسے بہر کیلئے کپڑے پہننے کی عادت تھی، عربوں کی سادگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھڑک اور نمود کی متحمل نہ تھی، اس لیے یہ وضع مذموم مضروب المثل ہو گئی کہ بیشتر عجمیوں کو بھڑکیلے لباس میں دیکھتے تو کہتے: "ہٰذا لباسُ فاخرٍ" یہ فاخر کی وضع ہے یعنی ویسی ہی بھڑک اس میں بھی ہے۔

فخور

فاخر کے بعد فخور کی جانب ذہن منتقل ہوا کہ اللہ تعالیٰ "مختالٍ فخور" کو کیوں دوست نہیں رکھتا؟

الفخور من الابل العظیمۃ الضرع القلیلۃ اللبن، ومن الغنم کذٰلک	جن اونٹنیوں کے تھن تو بڑے بڑے ہوں مگر دودھ بہت کم ہو، اُن کو فخور کہتے ہیں، بھیڑ بکریاں بھی اسی طرح کی ہوں تو اُن کو بھی "فخور" کہیں گے۔

اس بنا پر فخور ایسا شخص ہوگا جس میں ظاہری نمود زیادہ اور حقیقی سود وبہبود کم ہو، کوئی وجہ نہیں کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دوست رکھے۔

الہلال (کلکتہ)

کے مجلدات جن حضرات کے پاس موجود ہوں اور وہ انکو فروخت کرنا چاہیں وہ حسب ذیل پتہ پر مراسلت فرمائیں:-

چوہدری غلام احمد صاحب پرویز

ہوم ڈپارٹمنٹ - نئی دہلی

© rasailojaraid.com